سہ ماہی ”تحقیق و تجزیہ“ (جلد4، شمارہ:2)، اپریل تا جون 2026ء

A Technical and Stylistic Study of Dr. Rafi-ud-Din Hashmi's Research Prose

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر کا فنی و اسلوبی مطالعہ

Farkhanda Mirza*[1]
PhD Scholar, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad.
Dr.Jameel Asghar *[2]
HOD, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad.

فرخندہ مرزا☆[1]
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر جمیل اصغر☆[2]
صدر شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondance:fariamirza72@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 04-04-2026
Accepted:10-06-2026
Online:16-06-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Dr. Rafi-ud-Din Hashmi holds a distinguished and authoritative position in the field of Urdu research and criticism. His scholarly prose represents a prestigious style in Urdu literary scholarship, characterized by intellectual depth, evidentiary rigor, stylistic grace, and artistic finesse. A defining feature of his writing is that it transcends mere transmission of information, enabling the reader to access layered meanings, conceptual dimensions, and literary subtleties of a subject. In his work, research moves beyond dry documentation to become a dynamic and meaningful pursuit through the synthesis of intellectual inquiry, textual insight, and critical consciousness .Stylistically, his prose exhibits clarity, coherence, logical progression, argumentative solidity, and dignified expression, which render even complex scholarly and intellectual discussions accessible, lucid, and effective. He employs quotations,

historical evidence, textual clues, and referential material with such skill that his discourse gains both academic authenticity and aesthetic appeal. His sentences are structurally balanced, semantically multi-layered, and stylistically elegant. Even in extended constructions, cohesion remains intact, while his concise statements carry profound intellectual weight. Metaphor, simile, and allusion are not used as mere ornamentation but as tools for expanding meaning and strengthening argument. Thus, his writing exemplifies "literary research" — prose that is simultaneously rigorous scholarship and fine literature .His relationship with texts is not that of a detached scholar but of an empathetic literary connoisseur. He interprets works within their historical, cultural, linguistic, and intellectual contexts, elevating his editorial practice from mere textual correction to an act of "cultural retrieval." In sum, Dr. Hashmi's research prose embodies a mode of Urdu scholarship where the gravity of research, the acuity of criticism, and the elegance of literature converge. His style serves as an open academy for emerging researchers, demonstrating how to uphold scholarly integrity, stylistic dignity, and intellectual dialogue with the reader at once.

KEYWORDS: Dr. Rafi-ud-Din Hashmi; Urdu Research; Literary Criticism; Scholarly Prose; Textual Criticism; Stylistic Analysis; Academic Writing; Cultural Retrieval; Urdu Scholarship

اردو زبان و ادب میں تحقیق و تنقید کا میدان بہت زرخیز ہے۔ جس میں بہت سی شخصیات اپنے فن کا لوہا منوا چکی ہیں اور بہت سے اہلِ قلم اپنے قلم کی جولانیاں دکھا چکے ہیں ان شخصیات میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا بھی ہے۔ جن کی ساری زندگی تحقیقی و تدریسی کاموں کے لیے وقف تھی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی پاک و ہند کے علمی و ادبی حلقوں میں کسی

تعارف کے محتاج نہیں۔ ایک ایسی شخصیت جس کی خدمات کا دائرہ کسی ایک صنف تک محدود نہیں۔ متنوّع ادبی جہات کے مالک رفیع الدین ہاشمی ایک شخصیت نہیں بلکہ علمی و ادبی عہد کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ تحقیق ہو یا تنقید، تدوین ہو یا تالیف انہوں نے اردو ادب کی ہر جہت میں طبع آزمائی کی ہے۔ اور قارئین کے لیے مطالعہ کا وسیع ذخیرہ چھوڑا ہے۔

رفیع الدین ہاشمی کے علمی ورثے کی وسعت اور توقیر کی بدولت انہیں تحرک کی جیتی جاگتی تصویر قرار دیا جا سکتا ہے۔ علمی وادبی کامیابی کے باوجود ان کی ذات میں موجود عاجزی ان کی سیرت و کردار کو اور بھی ممتاز کرتی ہے۔ قدرت نے انہیں بہت سی خداداد صلاحیتوں سے نوازا، داخلی و خارجی اوصاف سے مزین کیا سادگی شرافت، ملنساری، مہمان نوازی، مذہبی وابستگی، عجز وانکساری، ایثار و ہمدردی، سخاوت اور مالی معاونت جیسے خصائص سے مالامال یہ شخصیت اپنے عصر کے تمام ادباء میں منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

اردو ادب کی دنیا میں ہاشمی صاحب ایک صفِ اوّل کے اقبال شناس، بلند پایہ معلم، قد آور محقق، فرض شناس مدرس، صاحب نظر نقاد، کامیاب مترجم اعلیٰ درجہ کے مدون، شخصیہ نگاری کے ماہر، بہترین سفر نامہ نگار، مکتوب نگار، موکف، مبصر، انشائیہ نگار اور اعلیٰ پایہ کے افسانہ نگار بھی ہیں۔ بحیثیت محقق و مدون گزشتہ پچاس سالوں سے وہ اردو ادب سے وابستہ تھے۔ بحثیت نقاد دیکھا جائے تو وہ دوٹوک رائے اور بے لاگ تبصروں کو ٹھوس شواہد کے ساتھ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ تدریس و تعلیم پر نظر دوڑائی جائے تو وہ اپنے پیشہ معلمی میں باوقار اور منفرد کھڑے دکھائی دیتے تھے۔

آپ 9 فروری 1940ء کو مصریال (ضلع چکوال) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا عالم شاہ دیندار انسان تھے۔ وہ مختلف مدرسوں میں زیر تعلیم رہے۔ ان کے والد محمد محبوب شاہ دہلی کے مدرسہ فتح پوری میں زیر تعلیم رہے، جبکہ چچا عبدالرحمٰن نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی شاگردی اختیار کی تحصیل علم سے فارغ ہو کر طب کا پیشہ اختیار کیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ابھی چھ سال کے تھے جب ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، چنانچہ ان کی پرورش ان کی دادی جان اور چچی نے کی۔ کم عمری میں حفظ قرآن کی سعادت نصیب ہوئی، اور ساتھ ہی سکول کی تعلیم کا بھی آغاز کر دیا۔ آپ نے انبالہ مسلم ہائی سکول، سرگودھا سے 1957ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، اور عربی و فارسی کی کتب کریما، پند نامہ، گلستان اور بوستان سے بھی استفادہ کیا۔ علامہ اقبالؒ کی کتاب "بانگ درا" کا مطالعہ بھی اسی دور میں کیا، آپ شروع میں دی گئی بچوں کی نظمیں 'بچے کی دعا'، 'ہمدردی' اور 'ماں کا خواب' وغیرہ شوق سے پڑھتے اور یہ نظمیں ان کو زبانی یاد ہو گئی تھیں۔

گورنمنٹ کالج سرگودھا سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ اپ زمانہ طالب علمی میں ہی کالج کے 'حلقہ ادب' میں باقاعدگی سے شریک ہوتے، تنقید و ادب کا ابتدائی ذوق یہیں سے پیدا ہوا اور وہ خود بھی افسانے لکھنے لگے۔ ان کے پسندیدہ افسانہ نگاروں میں پریم چند، علی عباس حسینی اور بعد کے دور میں انتظار حسین کے نام شامل ہیں۔ 1960ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی دور میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے مولانا مودودی کی تصانیف کا مطالعہ بھی کیا اور ان کی فکر سے متاثر

ہوئے۔ 1963ء میں پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے بی اے کا امتحان پاس کیا، اور گورنمنٹ کالج سرگودھا میں ایم اے اردو میں داخلہ لے لیا۔ مگر اورینٹل کالج کے نامور اساتذہ سے اکتساب فیض کرنے کی خواہش دل میں مچلتی رہتی، اور اس خواہش کی تکمیل اور سچی لگن ان کو آخرکار اورینٹل کالج لاہور لے آئی

اورینٹل کالج میں ان کو ڈاکٹر سید عبداللہ، سید وقار عظیم اور ڈاکٹر وحید قریشی جیسے اساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ اور اس کا اظہار ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی برملا کیا کرتے تھے، کہ یہ وہ لوگ تھے جن کی تحریریں اور لیکچر بھی بہت پسند تھے اور ان سے مل کر بھی بہت اچھا لگتا ہے۔ اور اس وقت کے اورینٹل کے یہ اساتذہ اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت اور شخصیت کی تشکیل میں ماہر خیال کئے جاتے تھے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اپنی شخصیت کی تشکیل میں سیّد اسعد گیلانی کا بھی بہت اہم کردار سمجھتے تھے، جن سے ان کا بہت زیادہ ملنا جلنا تھا۔

دور طالب علمی میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کچھ صحافتی مصروفیات بھی رہیں۔ اپ نے ایک اخبار کے ریزیڈنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ اس کے علاوہ ماہنامہ تعمیر انسانیت اور ہفت روزہ آئین سے بھی وابستہ رہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو اپنے مزاج کے مطابق تعلیم و تدریس کا بہت شوق تھا۔ اس لیے ایم اے اردو کرنے کے بعد جھنگ میں ایک نجی کالج میں اردو کے لیکچرار کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے لگے۔ بعد ازاں چشتیاں، مری اور سرگودھا کے سرکاری کالجوں سے بھی تدریسی زمہ داریاں ادا کیں۔ 1982ء میں قسمت ایک بار پھر اپنی مادر علمی اورینٹل کالج لاہور میں لے آئی اور ریٹائرمنٹ تک یہ وابستگی اور یہ تعلق قائم رہا۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اقبال اکادمی کیلئے بھی بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ کئی ملکوں میں بین الاقوامی کانفرسوں میں شریک ہوئے۔ اور بہت سے علمی و ادبی اعزازت کے علاوہ حکومت پاکستان نے 2014 میں آپ کی خدمات کے اعتراف میں صدارتی تمغہ امتیاز سے بھی نوازا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی و تنقیدی اور تدوینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بہت سے مشاہیر کے خطوط مرتب کیے، اور بہت سی نامور ادبی شخصیات پر مضامین اور کتب تحریر کیں۔

آپ کو علامہ اقبالؒ سے نسبت سکول کے زمانے سے ہی پیدا ہو گئی تھی، جب "بانگ درا" میں بچوں کی نظمیں پڑھتے اور یاد رکھتے۔ نویں دسویں کے اردو کے نصاب میں اقبالؒ کا کلام بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے۔ ایف اے کی تعلیم کے دوران بال جبریل کا مطالعہ کیا۔ اس کا بہت سا حصہ یاد بھی ہو گیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بتاتے تھے کہ بی اے کے امتحان میں علامہ اقبالؒ کی شاعری اور نثر کا ایک پورا پرچہ تھا، اور اس طرح یہ میرا پسندیدہ مضمون بن گیا۔ اس دوران شعور کے ساتھ یہ احساس پیدا ہو گیا تھا کہ وہ کتنی بڑی ادبی اور علمی شخصیت تھے"۔ اور یونیورسٹی کے اساتذہ نے ان کا ذوق مزید بڑھا دیا اور اس طرح اقبالیات ہی ان کا پسندیدہ میدان بن گیا۔ صرف اقبالیات پر ان کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تحقیق و تنقید کی ابتدا بھی اسی شعبے سے ہوئی اور بڑے پیمانے پر پذیرائی بھی اسی میدان میں حاصل ہوئی۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اپنی تحقیقی زندگی کا آغاز "تصانیف اقبال کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر کیا جس پر پنجاب یونیورسٹی پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ اور تنقید کے میدان میں طبع آزمائی "اقبال کی طویل نظمیں" کے عنوان سے کتاب لکھ کر کیا۔۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی و تدوینی اور تنقیدی نثر اردو ادب میں علمی وسعت اور فکری تنوع کی روشن مثال ہے۔ ان کی تحریریں صرف معلومات کی جمع و ترتیب تک محدود نہیں رہتیں بلکہ ہر مضمون میں فکری گہرائی اور استدلال کی مضبوط بنیاد نظر آتی ہے۔ ان کا اسلوب نہایت واضح اور سلیس ہے، جو قاری کو پیچیدہ موضوعات کی تفہیم میں مدد دیتا ہے۔ تحقیقی مضامین میں وہ حوالہ جات اور مآخذ کی درستگی پر خصوصی توجہ دیتے ہیں، جس سے ان کی نثر علمی اعتبار سے مستند اور معتبر محسوس ہوتی ہے۔ تدوینی کاموں میں ڈاکٹر ہاشمی کی مہارت، متن کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے اسے جدید تناظر میں پیش کرنے میں عیاں ہوتی ہے، جس سے پرانی تحریروں کی علمی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ ان کی تنقیدی نثر میں تجزیہ کی گہرائی، موضوع کی ہمہ جہتی اور نقطۂ نظر کی اعتدال پسندی نمایاں ہے۔ وہ کسی بھی ادبی یا فکری مسئلے کو صرف سطحی انداز میں نہیں دیکھتے بلکہ اس کی تاریخی، ثقافتی اور ادبی جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مؤقف پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ہاشمی کی تحریروں میں زبان کا حسن اور موزونیت بھی خاص اہمیت رکھتی ہے؛ جملوں کی روانی اور لفظوں کا انتخاب اس طرح کیا گیا ہے کہ علمی پیغام بآسانی پہنچتا ہے اور قاری کے ذہن میں اثر قائم رہتا ہے۔ اسلوبی لحاظ سے وہ خشک علمی بیان اور جذباتی فصاحت کے درمیان متوازن نثر پیش کرتے ہیں، جو علمی دلچسپی اور ادبی لذت دونوں کو ساتھ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں تحقیق، تدوین اور تنقید کا ایک مربوط اور ہم آہنگ نظام موجود ہے جو اردو ادب میں فکری معیار اور علمی معیار کے نئے زاویے پیش کرتا ہے۔ ان کا کام نہ صرف موجودہ ادبی ماحول کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی علم و ادب کے معیار کو سمجھنے اور اپنانے کا ایک مستند نمونہ ہے۔

تحقیقی نثر کا فنی و اسلوبی مطالعہ:

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اردو تنقید و تحقیق میں ایک ممتاز اور معتبر اسلوب کی نمائندہ ہے، جس میں علمی گہرائی، استنادی قوت، اسلوبی شائستگی اور فنی رچاؤ ایک ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ان کی نثر کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ محض معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں رہتی بلکہ قاری کو موضوع کے تہہ در تہہ معانی تک لے جاتی ہے۔ ان کے ہاں تحقیق کا عمل خشک حوالہ نگاری نہیں بلکہ فکری جستجو، متنی بصیرت اور ادبی ذوق کے امتزاج سے ایک زندہ اور متحرک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسلوب کے اعتبار سے ان کی نثر میں سلاست، ربط، منطقی تسلسل اور استدلالی پختگی نمایاں ہے، جس کے باعث پیچیدہ ادبی و فکری مباحث بھی سہل اور بامعنی محسوس ہوتے ہیں۔ وہ اقتباسات، تاریخی شواہد اور متنی قرائن کو اس مہارت سے برتتے ہیں کہ بحث میں نہ صرف وثوق پیدا ہوتا ہے بلکہ جمالیاتی لطف بھی شامل ہو جاتا ہے۔ ان کی تحریر میں

لفظیات کا انتخاب نہایت بامحاورہ، مہذب اور علمی وقار کا حامل ہوتا ہے، جبکہ جملوں کی ساخت میں توازن اور معنوی تہہ داری پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحقیقی نثر ایک طرف علمی معیار کی پاسدار ہے تو دوسری طرف ادبی چاشنی سے بھی معمور دکھائی دیتی ہے، اور یہی امتزاج انہیں اردو تحقیق و تنقید میں ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اقبالیات کے اُن ممتاز محققین میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اردو تحقیق، اقبالی تنقید، کتابیاتی جائزے اور متنی محاکمے کو ایک باقاعدہ علمی منہج عطا کیا۔ ان کی کتاب 1985ء کا اقبالیاتی ادب: ایک جائزہ محض اقبالیاتی کتب و مقالات کی فہرست نہیں بلکہ ایک ایسا تنقیدی و تحقیقی محاسبہ ہے جس میں متن، مصنف، ماخذ، تاریخی پس منظر اور علمی نتائج سب کو ایک مربوط زاویۂ نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ان کی نثر کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ علمی سنجیدگی، استدلالی ترتیب، تنقیدی دیانت اور شگفتۂ بیان کو باہم جمع کرتی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> "مصنف نے متعدد دستاویزات کا حوالہ دیا ہے اور بعض عبارات نقل کی ہیں، مگر کہیں بھی دستاویزات کے عکس نہیں دیئے۔ یہ اس کتاب کی سب سے نمایاں خامی ہے جو خاصی کھٹکتی ہے۔ عام قاری کے لیے یہ وضاحت کہ اصل دستاویزات میوزیم میں محفوظ ہیں، اس لیے بے کار ولا حاصل ہے کہ ننانوے فی صد سے بھی زائد قارئین کے لیے میوزیم تک رسائی اور اصل خطوط و دستاویزات کا معائنہ ممکن نہیں ہوگا۔ جدید اشاعتی سہولتوں کے سبب ہم نوعیت کے خطوط اور دستاویزات کی عکسی نقول کتاب میں شامل کر لینا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا۔"(1)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی تحقیقی نثر کے نہایت اہم وصف یعنی اسنادی دیانت اور تحقیقی احتیاط کو نمایاں کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تحقیق صرف دعووں یا حوالہ جات کی ترسیل کا نام نہیں بلکہ اصل ماخذ تک قاری کی رسائی بھی تحقیق کا حصہ ہے۔ ننانوے فی صد قارئین جیسی تعبیر ان کے اسلوب میں استدلالی قوت پیدا کرتی ہے، کیونکہ وہ صرف اصولی بات نہیں کرتے بلکہ قاری کی عملی صورتِ حال کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ فنی اعتبار سے یہاں ان کی نثر میں وضاحت، ترتیب اور تنقیدی توازن موجود ہے۔ وہ خامی کی نشاندہی کرتے ہیں، اس کی وجہ بتاتے ہیں، پھر اس کا ممکن حل بھی پیش کرتے ہیں۔ یہی اسلوب انہیں محض ناقد نہیں بلکہ ایک رہنما محقق بناتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> "اقبال کی تاریخ ولادت اقبالیات کا ایک پامال موضوع ہے، اور عام قاری اس پر تحقیقی بحث کی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہاں تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے سرِدست ہم اس قدر عرض کرنے پر اکتفا کرتے

> ہیں کہ شیخ اعجاز احمد کے دلائل کمزور ہیں اور ان کی بحث قاری کو مطمئن کرنے والی نہیں ہے۔ ان کے بیشتر استدلال کی بنیاد افرادِ خاندان کی شہادتوں، سنی سنائی روایات اور قیاسات پر ہے، جب کہ اس نوع کے مسئلے میں مستند دستاویزات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔"(۲)

یہاں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کا منطق اور استدلالی آہنگ پوری طرح سامنے آتا ہے۔ پامال موضوع کی ترکیب ان کی لفظی ندرت کا نمونہ ہے جو ایک علمی مسئلے کی کثرتِ بحث کو نہایت جامع انداز میں سمیٹ لیتی ہے۔ ان کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے مسئلے کی نوعیت متعین کرتے ہیں، پھر عام قاری کی ذہنی گنجائش کو ملحوظ رکھتے ہیں، اور آخر میں فیصلہ دلیل کی بنیاد پر صادر کرتے ہیں۔ یہ طرزِ تحریر علمی شائستگی کی اعلیٰ مثال ہے۔ وہ فرد پر تنقید نہیں کرتے بلکہ دلیل کے کمزور پہلو کو موضوع بناتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی نثر میں تنقید کے باوجود تلخی پیدا نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر محمد منور کے مطابق ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحریروں میں تحقیق کی باریک بینی، ماخذات کی چھان بین اور تنقید کا متوازن شعور نمایاں ہے۔ وہ متن کے ظاہری مفہوم پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے پس منظر، اسنادی بنیاد اور فکری مضمرات تک رسائی حاصل کرتے ہیں، جس سے ان کی نثر علمی اعتبار اور اعتماد کی حامل بن جاتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحریر میں باریک بینی کا مطلب صرف مواد کا انبار نہیں بلکہ متن کے تہہ در تہہ معانی تک پہنچنا ہے۔ وہ ہر متن کو تاریخی، فکری اور اسنادی زاویوں سے دیکھتے ہیں، اس لیے ان کی نثر میں سطحیت پیدا نہیں ہوتی۔ اسلوبی سطح پر ان کی نثر کا ایک بڑا وصف یہ ہے کہ وہ قاری کو متن کے اندر لے جاتی ہے اور اسے تحقیق کے عمل میں شریک محسوس کراتی ہے۔ یہی وصف ان کی نثر کو زندہ اور متحرک بناتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ ان کے ہاں تحقیق اور تنقید ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ ان کی نثر میں سب سے پہلے اسنادی صحت نمایاں ہے؛ وہ ہر دعوے کو ماخذ، دستاویز اور متنی شہادت سے مربوط کرتے ہیں۔ دوسرا اہم وصف تنقیدی بے لاگیت ہے، جس میں شخصیت کے بجائے دلیل اور متن کو معیار بنایا جاتا ہے۔ ان کی زبان علمی ہونے کے باوجود خشک نہیں بلکہ شگفتہ، رواں اور بامحاورہ ہے، جس سے قاری کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ اسی طرح ان کی نثر میں استدلالی ترتیب نہایت واضح ہے؛ وہ پہلے پس منظر بیان کرتے ہیں، پھر متن کا تجزیہ، اس کے بعد اسنادی جانچ اور آخر میں متوازن نتیجہ پیش کرتے ہیں۔ ان کا لہجہ شائستہ، مہذب اور علمی وقار سے بھرپور ہوتا ہے، جس کے باعث سخت تنقید بھی دل نشیں محسوس ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر ان کی نثر اردو کی تحقیقی روایت میں ایک ایسا نمونہ ہے جس میں علمی گہرائی، اسلوبی لطافت اور تنقیدی بصیرت بیک وقت جلوہ گر ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اردو اقبالیات میں معیار و میزان کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے اسلوب میں ماخذی احتیاط، استدلالی قوت، لفظی ندرت اور تنقیدی دیانت اس حسنِ امتزاج کے ساتھ موجود ہیں کہ قاری نہ صرف مواد سے مستفید ہوتا ہے بلکہ تحقیق کا منہج بھی سیکھتا ہے۔ 1985ء کا اقبالیاتی ادب: ایک جائزہ ان کی نثر کا بہترین نمونہ ہے، جہاں کتابیاتی جائزہ ایک ہمہ جہت علمی محاکمہ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر اقبالیات میں تحقیق کے سنجیدہ طالب علموں کے لیے ایک معتبر نمونہ اور فنی رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر کا ایک اہم امتیاز یہ ہے کہ وہ محض معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں رہتی بلکہ متن کے فکری، فنی اور اسلوبی پہلوؤں کو ایک ناقدانہ ترتیب کے ساتھ منکشف کرتی ہے۔ ہاشمی صاحب کی نثر کے متعدد اوصاف نمایاں ہوتے ہیں: علمی اختصار، بامقصد تبصرہ، قدر شناسی، تنقیدی توازن، زبان کی سلاست، اور مصنفین کے اسلوب و فکر پر مختصر مگر جامع حکم۔ یہاں خاص طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ ہر کتاب کو اس کے مقصد، قاری، اسلوب اور علمی افادیت کے لحاظ سے پرکھتے ہیں۔ یہی منہج ان کی نثر کو محض تبصرہ نہیں بلکہ ایک باقاعدہ تحقیقی محاکمہ بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> ”فتح محمد ملک ایک خوبصورت اسلوب کے مالک ہیں، اور انہوں نے بڑے سلیقے سے اپنا مدعا قاری تک پہنچایا ہے۔ یہ مجموعہ اپنے مطالب و معنویت کی انفرادیت کے سبب اقبالیات میں اضافہ شمار ہو گا۔“(۳)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی نثر میں اسلوب شناسی کے رجحان کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ صرف موضوع یا مواد پر گفتگو نہیں کرتے بلکہ مصنف کے طرزِ اظہار کو بھی تنقیدی پیمانے پر پرکھتے ہیں۔ خوبصورت اسلوب اور بڑے سلیقے سے جیسی تراکیب ان کے تنقیدی ذوق کی آئینہ دار ہیں۔ یہاں ان کی نثر کا ایک فنی وصف اختصار میں جامعیت ہے۔ صرف دو جملوں میں وہ مصنف کے اسلوب، مقصد اور کتاب کی علمی اہمیت تینوں کو سمیٹ لیتے ہیں۔ اقبالیات میں اضافہ شمار ہو گا جیسا جملہ ان کے فیصلۂ نقد کی قوت کو ظاہر کرتا ہے، مگر اس میں اعتدال بھی ہے، کیونکہ وہ مبالغے سے بچتے ہوئے علمی وقعت متعین کرتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> ”مصنف ’حرف آغاز‘ میں لکھتے ہیں کہ موجودہ کتابچہ کا مقصد ثانوی اسکول اور کالج کے طالب علموں کو علامہ اقبال کی زندگی کے حالات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر کوشش کی گئی ہے کہ زبان سادہ و سلیس اور اندازِ بیان میں ممکنہ حد تک تشریح و وضاحت سے کام لیا جائے تاکہ نفسِ

مضمون کی تفہیم آسانی کے ساتھ ہو سکے۔ متعینہ مقاصد کے پیش نظر
مصنف کی کوشش کامیاب رہی ہے۔"(۴)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی نثر کے توضیحی اور تعلیمی پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ کسی کتاب کو اس کے اصل مخاطب کے تناظر میں دیکھتے ہیں، یعنی یہاں ثانوی و اعلیٰ ثانوی طلبہ کے لیے لکھی گئی کتاب کو اسی پیمانے پر جانچا گیا ہے۔ ان کے اسلوب میں قاری شناسی ایک اہم وصف ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ زبان، اسلوب اور مواد اپنے ہدفی قاری کے لیے مناسب ہے یا نہیں۔ متعینہ مقاصد کے پیش نظر مصنف کی کوشش کامیاب رہی ہے ایک ایسا تنقیدی جملہ ہے جس میں فیصلہ بھی موجود ہے اور معیار بھی۔ گوپی چند نارنگ بیان کرتے ہیں کہ:

"علمی نثر کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ موضوع کی روح تک پہنچ کر کم سے کم
الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنویت پیدا کرے۔ رفیع الدین ہاشمی اسی وصف
کے حامل نقاد ہیں؛ ان کے جملے مختصر مگر تہہ دار، سادہ مگر فکری اور فیصلہ کن
مگر شائستہ ہوتے ہیں۔"(۵)

ڈاکٹر ہاشمی کی نثر میں اختصار اور معنوی تہہ داری ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ وہ نہ تو طویل تمہیدات میں الجھتے ہیں اور نہ سرسری فیصلوں پر اکتفا کرتے ہیں، بلکہ کم الفاظ میں متن کی علمی حیثیت متعین کر دیتے ہیں۔ مختصر مگر تہہ دار کی تعبیر ان کے اسلوب کی بہترین نمائندگی کرتی ہے۔ ان کے جملوں میں معلمانہ بصیرت، تنقیدی دیانت اور قاری کی رہنمائی کا عنصر ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر اقبالیاتی کتابیات میں معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کے نمایاں فنی و اسلوبی اوصاف یہ ہیں کہ وہ ہر متن کو اس کے علمی مقصد، ہدفی قاری اور فکری افادیت کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں اختصار میں جامعیت ایک بنیادی وصف ہے؛ چند جملوں میں وہ کتاب کے اسلوب، معنویت اور علمی مقام کا تعین کر دیتے ہیں۔ ان کی زبان نہایت سادہ، رواں اور بامحاورہ ہے، مگر اس سادگی میں علمی وقار اور فکری تہہ داری موجود رہتی ہے۔ وہ مصنف کے اسلوب، زبان، قاری تک رسائی، اور موضوع کی معنوی جہات پر متوازن انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ ان کی تنقید میں نہ غیر ضروری سختی ہے اور نہ بے جا تحسین، بلکہ ایک ایسا معتدل علمی رویہ ہے جو قاری کو متن کے صحیح مقام تک پہنچاتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کی نثر میں معلمانہ رہنمائی نمایاں ہے؛ وہ صرف کتاب کا تعارف نہیں کراتے بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس کی افادیت کس سطح پر ہے اور اس سے کس نوع کے علمی امکانات پیدا ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اقبالیاتی کتابی جائزے کو ایک مستقل فنی صنف کی صورت دیتی ہے۔ ان کے ہاں اسلوب شناسی، مقصدیت، قاری شناسی، اختصار، تنقیدی توازن اور علمی بصیرت کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ وہ کتابوں کے صرف تعارف نگار نہیں بلکہ ان کے فکری مقام کے تعین کرنے والے محقق ہیں۔ یہی وصف ان کی نثر کو اردو تحقیق، بالخصوص اقبالیات میں ایک مستند اور قابلِ تقلید نمونہ بناتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ متن کی فکری تہہ، تاریخی پس منظر، فنی ساخت، تلمیحی نظام، اور لسانی آہنگ کو ایک مربوط تنقیدی وحدت میں سمو دیتے ہیں۔ اقبال کی طویل نظمیں: فکری اور فنی مطالعہ میں ان کی نثر صرف شرح و توضیح نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت اسلوبی محاکمہ بن جاتی ہے، جہاں نظم کے سیاسی و تاریخی پس منظر سے لے کر اس کے فنی محاسن، تصویریت، تلمیحات، لب و لہجے اور معنوی ارتقا تک ہر پہلو پر گہری نظر ملتی ہے۔ اس کتاب میں خاص طور پر یہ وصف نمایاں ہے کہ ہاشمی صاحب نظم کے پس منظر کو تاریخ، تہذیب، سیاست اور اسلامی شعور کے بڑے تناظر سے جوڑتے ہیں، پھر اس کی شعری فضا، علامتی جہات اور صوتی اثرات کو فنی سطح پر واضح کرتے ہیں۔ اسی منہج کی روشنی میں ان کی تحقیقی نثر کے فنی و اسلوبی اوصاف کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> "علامہ اقبال نے زیرِ مطالعہ طویل نظمیں 1917ء سے 1936ء تک کے عرصے میں مختلف اوقات میں لکھیں۔ نظموں کی تفہیم اور بہتر مطالعہ کے لیے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ان کا پس منظر کیا ہے اور یہ نظمیں لکھتے ہوئے شاعر کی نظر کن حالات و عوامل اور اثرات پر تھی۔ اس سلسلے میں عالمِ اسلام کی مختصر تاریخ، خصوصاً بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی کے سیاسی، تاریخی اور تہذیبی پس منظر پر ایک نگاہ ڈالنی ہوگی۔"(٦)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی نثر میں تاریخی شعور اور پس منظر نگاری کے فن کو نمایاں کرتا ہے۔ ان کے نزدیک نظم کی تفہیم محض الفاظ اور اشعار کے سطحی مطالعے سے ممکن نہیں بلکہ اس کے تاریخی اور تہذیبی سیاق تک رسائی ضروری ہے۔ فنی اعتبار سے ان کی نثر یہاں تمہیدی استدلال کی بہترین مثال ہے۔ وہ پہلے زمانہ متعین کرتے ہیں، پھر مطالعے کی ضرورت واضح کرتے ہیں، اور اس کے بعد تاریخ کے وسیع دائرے کی طرف قاری کو لے جاتے ہیں۔ اس سے ان کی نثر میں علمی تدریج اور فکری ترتیب پیدا ہوتی ہے۔ اسلوبی طور پر بہتر مطالعہ، پس منظر، حالات و عوامل جیسی تراکیب ان کی نثر کو تحقیقی اصطلاحات کا وقار عطا کرتی ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> "دیکھیے تین شعروں میں صرف چند چیزیں پیش کی ہیں لیکن زمین سے آسمان تک پورے ماحول کی مکمل تصویر لفظوں میں اُتار دی۔ پھر منظر کی

مناسبت سے الفاظ چنے گئے ہیں۔ یہی تصویریت اور منظر آفرینی 'خضرِ راہ'
کے حسن و دلکشی میں اضافہ کرتی ہے، اور اسی سے وہ رنگین بیانی پیدا ہوتی
ہے جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا: شاعرِ رنگیں نوا سے دیدۂ بینا سے
قوم۔"(۷)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی نثر میں فنی بصیرت اور اسلوب شناسی کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ نظم کے اشعار کو صرف معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ ان کی تصویریت، لفظی مناسبت اور منظر آفرینی کے حوالے سے بھی پرکھتے ہیں۔ زمین سے آسمان تک پورے ماحول کی تصویر، جیسا جملہ ان کی نثر کی جمالیاتی قوت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہاں وہ شاعر کے الفاظ کے انتخاب، منظر کی وسعت اور تخیل کی رنگینی کو نہایت بلیغ انداز میں واضح کرتے ہیں۔ فنی لحاظ سے ان کی نثر کا یہ وصف اہم ہے کہ وہ قاری کو شعر کے حسن کا مشاہدہ کراتے ہیں، صرف اطلاع نہیں دیتے۔ یہی ان کی نثر کو محض تنقید سے بڑھا کر تجربۂ جمال میں بدل دیتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا ڈاکٹر ہاشمی کے اس طرزِ نقد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"ہاشمی کی نثر کی اصل قوت یہ ہے کہ وہ شعر کے فکری منبع، تاریخی سیاق اور
جمالیاتی ساخت کو ایک ہی تنقیدی ربط میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں
شرح محض وضاحت نہیں رہتی بلکہ تخلیقی تنقید کی صورت اختیار کر لیتی
ہے۔"(۸)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی نثر کے بنیادی وصف یعنی فکری و فنی امتزاج کی توثیق کرتا ہے۔ ان کی شرح نظم کے تاریخی پس منظر، فکری جہت اور جمالیاتی ساخت کو الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کرتی بلکہ ایک وحدت کے طور پر دیکھتی ہے۔ ان کی نثر میں تخلیقی تنقید کا جوہر اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ وہ شعر کے حسن کو اسی زبان میں بیان کرتے ہیں جو خود ایک ادبی تاثیر رکھتی ہے۔ یوں قاری نظم کے معنی کے ساتھ اس کے جمالیاتی لطف سے بھی آشنا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی اس کتاب میں نثر کے نمایاں فنی و اسلوبی اوصاف یہ ہیں کہ وہ نظم کے تاریخی پس منظر کو اس کی فکری تفہیم کی بنیاد بناتے ہیں، جس سے قاری شعر کے عہد، حالات اور تہذیبی سیاق تک پہنچتا ہے۔ ان کی نثر میں تصویریت اور منظر نگاری کی تنقیدی شناخت ایک اہم وصف ہے؛ وہ اشعار میں موجود منظر، رنگ، حرکت اور صوتی فضا کو واضح کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے ہاں لب و لہجے کے تنوع کی باریک پہچان موجود ہے، چنانچہ وہ نرم، ولولہ انگیز، ناصحانہ، تجزیاتی اور دردمند لہجوں کو الگ الگ شناخت کر کے نظم کی معنوی وسعت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ان کی زبان علمی ہونے کے باوجود نہایت رواں، شگفتہ اور جمالیاتی چمک سے مزین ہے۔ وہ تلمیحات، استعارات، تاریخی اشارات اور فکری علامتوں کو

اس انداز سے کھولتے ہیں کہ نظم کا پورا فکری و فنی نظام قاری کے سامنے منکشف ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر شرح، تنقید اور تخلیقی محاکے کا حسین امتزاج بن جاتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر تاریخی شعور، فکری گہرائی، فنی بصیرت اور جمالیاتی اظہار کا نادر امتزاج ہے۔ وہ نظم کے سیاسی و تہذیبی پس منظر کو اس کی فکری تعبیر سے جوڑتے ہیں اور پھر اس کے فنی محاسن، منظر آفرینی اور لب و لہجے کے تنوع کو نہایت سلیقے سے واضح کرتے ہیں۔ ان کی نثر کا یہی وصف اسے اقبالیاتی تنقید میں ایک مستند اور قابلِ تقلید نمونہ بناتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر کا ایک نہایت اہم وصف یہ ہے کہ وہ اقبال کی طویل نظموں کے فکری، تہذیبی، تاریخی اور فنی ابعاد کو ایک جامع تنقیدی ربط میں پیش کرتے ہیں۔ اقبال کی طویل نظمیں: فکری اور فنی مطالعہ میں ان کی نثر محض شرحی یا درسی نہیں بلکہ تہذیبی شعور، فکری محاکے اور جمالیاتی بصیرت کا ایسا امتزاج ہے جو نظم کے اندر پوشیدہ تہہ در تہہ معانی کو قاری پر منکشف کرتا ہے۔ اس کتاب میں خاص طور پر مسجد قرطبہ، ابلیس کی مجلسِ شوریٰ، مسلم انحطاط، تصوف، مدارس، سرمایہ داری، جمہوریت، اشتراکیت، اور امت مسلمہ کی نفسیات جیسے پیچیدہ موضوعات پر ان کی نثر کا تنقیدی وقار نمایاں ہے۔ وہ فکری تجزیے کو فنی توضیح سے اس طرح جوڑتے ہیں کہ شعر کا تاریخی سیاق بھی روشن ہوتا ہے اور اس کا جمالیاتی حسن بھی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> ”پوری اسلامی دنیا میں جلوتیانِ مدرسہ تنگ نگاہ اور مردہ ذوق ہیں۔ قدیم دینی مدارس کے تعلیم یافتہ علما عام طور پر جن مشاغل میں مشغول رہے وہ یہ تھے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر مناظرہ بازیاں کیں، چھوٹے مسائل کو بڑے مسائل بنایا اور بڑے مسائل کو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اختلافات کو مستقل فرقوں کی بنیاد بنایا، اور فرقہ بندی کو جھگڑوں اور لڑائیوں کا اکھاڑہ بنا کر رکھ دیا۔“(۹)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کے تہذیبی اور فکری تنقیدی اسلوب کی بہترین مثال ہے۔ یہاں وہ اقبال کے تصورِ زوالِ ملت کو محض شاعرانہ شکوہ کے طور پر نہیں لیتے بلکہ اس کے تہذیبی اسباب کی منظم تحلیل کرتے ہیں۔ چھوٹے مسائل کو بڑے مسائل بنایا، جیسی تعبیر ان کی نثر میں اختصار کے ساتھ تہہ داری کا مظہر ہے۔ چند الفاظ میں پوری صدیوں کی فقہی موشگافی، مناظرانہ مزاج اور فکری جمود کو سمیٹ لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> ”اقبال نے سلسلۂ روز و شب کے لیے چند استعارے استعمال کیے ہیں؛ مثلاً وہ نقش گرِ حادثات ہے، صیرفیِ کائنات ہے، سازِ ازل کی فغاں ہے، تارِ حریرِ دو رنگ ہے، زمانے کی رو ہے وغیرہ۔ زمانہ ایک غیر مادی اور تصوراتی شے ہے

مگر اقبال ان استعارات کے ذریعے اس نامحسوس حقیقت کو ہمارے
محسوسات ومشاہدات کے دائرے میں لے آتے ہیں۔"(۱۰)

یہ اقتباس ڈاکٹر ہاشمی کی نثر میں فنی بصیرت اور بلاغتی شعور کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ شعر کے استعاراتی نظام کو صرف صنعت گری کے درجے میں نہیں رکھتے بلکہ اس کی توضیحی معنویت کو اجاگر کرتے ہیں۔ نامحسوس حقیقت کو محسوسات کے دائرے میں لے آتے ہیں، ان کی تنقیدی نثر کا نہایت بلیغ جملہ ہے، جو اقبال کے استعاراتی نظام کی اصل فنی روح کو کھول دیتا ہے۔ یہاں ان کی نثر کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فلسفیانہ تجرید کو ادبی توضیح میں بدل دیتے ہیں۔ زمانہ، روز و شب اور تکوینی نظام جیسے مجرد تصورات ان کی شرح میں نہایت واضح اور قابلِ فہم ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر قمر رئیس ڈاکٹر ہاشمی کے اس منہج کی تائید میں بیان کرتے ہیں کہ:

"جب دقیق تصورات اور لطیف افکار کی توضیح ایسی تشبیہوں اور استعارات
سے کی جائے کہ ان دیکھی چیزیں دیکھی ہوئی محسوس ہوں تو یہی کمالِ شرح
اور حسنِ تنقید ہے۔"(۱۱)

یہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کے بنیادی وصف کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کی شرح محض مفہوم نگاری نہیں بلکہ تخلیقی تنقید کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ وہ اقبال کے دقیق فکری نظام کو ایسی نثر میں منتقل کرتے ہیں جو خود بھی جمالیاتی تاثیر رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر شعر کے حسن کو صرف کھولتی نہیں بلکہ اس حسن کو نثری سطح پر دوبارہ تخلیق کرتی ہے۔ ان کے ہاں تشبیہ، استعارہ، تلمیح اور فکری علامت سب توضیحِ معنی کے موثر وسیلے بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کے نمایاں اوصاف یہ ہیں کہ وہ اقبال کے فکری نظام کو تہذیبی تاریخ، امت مسلمہ کی نفسیات، تصوف، فقہ، سرمایہ داری، جمہوریت اور عالمی سیاست کے بڑے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں تہذیبی تنقید ایک اہم وصف ہے، جس کے ذریعے وہ مسلم زوال کے فکری اسباب کی تحلیل کرتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی نثر میں بلاغتی اور استعاراتی شعور بھی پوری قوت سے موجود ہے؛ وہ شعر کے استعاروں اور تشبیہوں کو محض آرایش نہیں بلکہ توضیحِ معنی کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی زبان نہایت رواں، علمی، بامحاورہ اور تہہ دار ہے۔ وہ پیچیدہ فلسفیانہ اور تاریخی مباحث کو اس سلیقے سے پیش کرتے ہیں کہ قاری نظم کے فکری و فنی نظام کو ایک مربوط وحدت کے طور پر سمجھنے لگتا ہے۔ یہی امتزاج ان کی نثر کو اقبالیاتی تنقید میں ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اقبال کی طویل نظموں کے فکری اور فنی مطالعے میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کی نثر میں تہذیبی تنقید، تاریخی شعور، فنی بصیرت، استعاراتی توضیح اور امتِ مسلمہ کے اجتماعی مسائل کا گہرا ادراک ایک ساتھ

جلوہ گر ہے۔ وہ شعر کے مجرد تصورات کو محسوس اور قابلِ فہم بناتے ہیں، اور یہی وصف ان کی شرح کو محض تعلیمی نہیں بلکہ تخلیقی اور جمالیاتی بناتا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی نثر اقبالیاتی تحقیق میں ایک قابلِ اعتماد، گہری اور فنی سطح پر نہایت وقیع نمونہ ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا شمار ان محققین میں ہوتا ہے جن کی نثر میں تحقیق کی صلاحیت، تنقید کی بصیرت، اسلوب کی شگفتگی اور علمی دیانت ایک ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ زیرِ نظر متن چونکہ ان کی مرتبہ کتاب اقبال بحیثیت شاعر سے ماخوذ ہے، اس لیے اس کے مطالعے سے ہاشمی صاحب کی تحقیقی نثر کے متعدد فنی و اسلوبی اوصاف نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کی نثر نہ صرف معلوماتی اور حوالہ جاتی ہے بلکہ اس میں تنقیدی محاکمہ، فکری توازن، لسانی شائستگی، اور استدلالی ربط بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ خاص طور پر اقبال کی شاعرانہ عظمت کو فلسفیانہ عظمت کے برابر بلکہ اس کے مظہر کے طور پر پیش کرنا ہاشمی صاحب کے تحقیقی شعور کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں:

> "اقبال کی حکیمانہ عظمت مشرق و مغرب میں تسلیم کی جاچکی ہے مگر ان کی ادیبانہ فن کاری کا ابھی تک مکمل تجزیہ نہیں ہوا۔ ان کی شاعری ان کی حکمت کے نیچے دب سی گئی ہے۔" (۱۲)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر کے تنقیدی محاکمہ اور علمی جرأت کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ محض اقبال کی عظمت کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ اقبالیاتی تنقید کی ایک بنیادی کمزوری کی نشاندہی بھی کرتے ہیں کہ اقبال کی شاعرانہ عظمت کو اکثر ان کی حکمت کے تابع سمجھا گیا۔ یہاں ان کی نثر کا فنی وصف یہ ہے کہ مختصر جملوں میں ایک پورا تنقیدی مقدمہ قائم ہو جاتا ہے۔ حجابِ عظمت کا جو تصور اس کتاب کے اندر مضمر ہے، وہ ان کی استعاراتی نثر کا بھی پتہ دیتا ہے۔ علمی نثر میں ایسی تعبیرات معنی کو تہہ دار بناتی ہیں اور قاری کو محض اطلاع نہیں بلکہ تنقیدی بصیرت عطا کرتی ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں:

> "اگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اقبال کو اقبال شاعری ہی نے بنایا تو انہیں شاعر کہنے میں تکلف کیسا؟" (۱۳)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کے استفہامی اسلوب اور استدلالی قوت کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ ایک سوال قائم کرتے ہیں، مگر یہ سوال محض استفہام نہیں بلکہ پورے تنقیدی رویّے پر ایک محاکمانہ تبصرہ ہے۔ ان کی نثر کا خاص وصف یہ ہے کہ وہ سوال کے پیرایے میں ایک فیصلہ کن تنقیدی حکم صادر کرتے ہیں۔ یہاں اسلوب میں سادگی ہے مگر فکر میں گہرائی۔ اقبال کو اقبال شاعری ہی نے بنایا، ایک ایسا جامع جملہ ہے جس میں شاعر اقبال کی مقبولیت، فکری ابلاغ، اور تہذیبی اثر

آفرینی تینوں پہلو سمٹ آئے ہیں۔ اس طرح ہاشمی صاحب کی نثر قاری کو فکری سطح پر جھنجھوڑتی ہے اور ایک مسلمہ تصور کو نئے زاویے سے دیکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ بیان کرتے ہیں:

> "اقبال کے ہاں فکر اور فن اس طرح باہم پیوست ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کر کے ان کی عظمت کو سمجھنا ممکن نہیں۔"(۱۴)

ڈاکٹر سید عبد اللہ کی یہ رائے اس امر کو مستحکم کرتی ہے کہ اقبال کی شاعری کو ان کے فکر سے الگ نہیں دیکھا جا سکتا۔ ہاشمی صاحب کی تحقیقی نثر کا ایک اہم وصف یہی ہے کہ وہ شاعرِ اقبال کے مطالعے میں فکر اور فن کے امتزاج کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ ہاشمی صاحب کی تنقید انفرادی رائے نہیں بلکہ اقبالیاتی تنقید کی ایک مضبوط علمی روایت سے جڑی ہوئی ہے۔ ان کے ہاں فنی مطالعہ، فکری مطالعے کی ضد نہیں بلکہ اس کا تکملہ ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر میں علمی صلاحیت، تنقیدی جرات، استدلالی ربط، استفہامی محاکمہ، اور اسلوبی شگفتگی نمایاں اوصاف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی نثر کا بنیادی کمال یہ ہے کہ وہ اقبال کی شاعری کو محض فکری پیغام کا وسیلہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک مکمل فنی اور جمالیاتی تجربہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی تحریر میں تحقیق کی صحت، تنقید کی گہرائی، اور نثر کی ادبی لطافت باہم اس طرح پیوست ہیں کہ وہ اقبالیات میں ایک معتبر اور معیاری تنقیدی اسلوب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی بنا پر ہاشمی صاحب کی نثر محض معلوماتی نہیں بلکہ فکری و فنی شعور کی تربیت کا وسیلہ بھی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اردو تنقید و اقبالیات میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ ان کی نثر کا بنیادی وصف یہ ہے کہ اس میں تحقیق کی صحت، اسلوب کی شگفتگی، تنقیدی توازن، اور علمی دیانت ایک ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اقبال بحیثیت شاعر میں مرتب کی گئی تحریروں کے انتخاب، ترتیب، تعلیقات اور تمہیدی بیانات سے ہاشمی صاحب کی علمی بصیرت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔ یہ کتاب مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور سے 1977ء میں شائع ہوئی اور اقبالیات میں ایک مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کی نثر میں استدلال محض خشک علمی انداز میں نہیں آتا بلکہ ایک ادیبانہ شائستگی اور اسلوبی رچاؤ کے ساتھ سامنے آتا ہے، جس سے قاری نہ صرف معلومات حاصل کرتا ہے بلکہ فکری طور پر بھی متاثر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> "تنقیدِ اقبال کا بہت بڑا حصہ قدرتاً اقبال کے پیغام اور اس پیغام کے فلسفیانہ مطالب کی تشریح میں صرف ہوا ہے، مگر اس دوسرے سوال پر نسبتاً کم غور کیا گیا ہے کہ اقبال کی خالص ادبی حیثیت کیا تھی؟"(۱۵)

یہ اقتباس ہاشمی صاحب کی تحقیقی نثر کے اس بنیادی وصف کو واضح کرتا ہے جسے مسئلہ آفرینی کہا جا سکتا ہے۔ وہ پہلے علمی روایت میں موجود خلا کی نشاندہی کرتے ہیں، پھر اسی خلا کو اپنے تحقیقی منہج کا نقطۂ آغاز بناتے ہیں۔ اسلوبی سطح پر جملہ سادہ ہے مگر فکری طور پر نہایت بلیغ۔ فلسفیانہ مطالب اور خالص ادبی حیثیت کی تقابل آمیز ترکیب سے انہوں نے اقبال فہمی کے دو بڑے زاویوں کو سامنے رکھا ہے۔ یہی انداز ان کی نثر کو محض بیانیہ نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے تنقیدی مکالمہ بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ:

> "اقبال کی حکیمانہ عظمت مشرق و مغرب میں تسلیم کی جا چکی ہے مگر ان کی ادیبانہ فن کاری کا ابھی تک مکمل تجزیہ نہیں ہوا۔ ان کی شاعری ان کی حکمت کے نیچے دب سی گئی ہے۔"(۱۶)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کا ایک اور نمایاں وصف سامنے آتا ہے: تصویریت اور استعاراتی تنقید۔ شاعری حکمت کے نیچے دب سی گئی ہے، ایک نہایت خوبصورت استعاراتی اسلوب ہے، جس سے علمی مسئلے کو محسوساتی سطح پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہی ان کی نثر کا حسن ہے کہ وہ تحقیقی نکتہ بھی بیان کرتے ہیں تو ادبی شائستگی کے ساتھ۔ اس اقتباس میں ان کا تنقیدی توازن بھی نمایاں ہے؛ وہ اقبال کی حکمت کا انکار نہیں کرتے بلکہ ادبی فن کاری کے حق میں ایک متوازن مقدمہ قائم کرتے ہیں۔ سید عابد علی عابد بیان کرتے ہیں کہ:

> "اقبال کے ہاں فکر اور فن ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل ہیں۔"(۱۷)

اقبال کو صرف مفکر یا صرف شاعر سمجھنا ان کی شخصیت کو محدود کرنا ہے۔ ہاشمی صاحب کی نثر میں بھی یہی توازن ملتا ہے کہ وہ فکر اور فن کی باہمی آمیزش کو اقبال کی اصل عظمت قرار دیتے ہیں۔ اس اقتباس کی روشنی میں ہاشمی کی نثر کا فنی وصف ترکیبی تنقید کے طور پر سامنے آتا ہے، یعنی وہ دو بظاہر الگ جہات کو ایک وحدت میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر میں سب سے پہلا وصف تمہیدی مسئلہ آفرینی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ موضوع سے پہلے علمی خلا یا تحقیق کی ضرورت کو واضح طور پر اجاگر کرتے ہیں۔ یہ طرز قاری کو موضوع کی اہمیت اور مطالعے کی ضرورت سے آگاہ کرتا ہے اور تحقیق کے مقصد کو واضح بنیاد فراہم کرتا ہے۔

دوسرا وصف سادہ مگر بلیغ جملہ سازی ہے، جس میں وہ مشکل علمی مباحث اور پیچیدہ موضوعات کو بھی آسان اور قابل فہم پیرایے میں بیان کرتے ہیں۔ اس اسلوب کی بدولت قاری کسی بھی پیچیدہ مسئلے کو سمجھنے میں آسانی محسوس کرتا ہے اور علمی دلائل زیادہ مؤثر انداز میں پیش کیے جاتے ہیں۔ تیسرا وصف ادیبانہ شگفتگی ہے، یعنی ان کی تحقیق میں جمالیاتی آہنگ اور

فصاحت نمایاں ہوتی ہے۔ تحقیقی مواد میں بھی لفظوں کا حسن، جملوں کی روانی اور ادبی لطافت موجود رہتی ہے، جس سے نثر نہ صرف علمی بلکہ ادبی اعتبار سے بھی دلکش بن جاتی ہے۔ چوتھا وصف تنقیدی توازن ہے، جس میں ڈاکٹر ہاشمی فکر و فن، فلسفہ و شاعری، علمی و ادبی بحث کے درمیان اعتدال برقرار رکھتے ہیں۔ وہ کسی بھی مسئلے پر رائے دیتے وقت مکمل تجزیہ پیش کرتے ہیں اور افراط یا تفریط سے گریز کرتے ہیں، جس سے تحقیق متوازن اور معتبر محسوس ہوتی ہے۔ ان کی نثر میں حوالہ جاتی صحت واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے، یعنی ہر دعوے، بیان یا نکتہ کی علمی بنیاد حوالہ جات کے ذریعے مضبوط کی جاتی ہے۔ یہ وصف تحقیق کو علمی اعتبار سے مستند اور قابل اعتماد بناتا ہے، اور قاری کو یہ یقین دلاتا ہے کہ ہر دعویٰ محض رائے نہیں بلکہ تحقیقی مواد پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اپنی فنی پختگی، استدلالی ربط، اسلوبی شائستگی اور ادبی لطافت کے باعث اردو تنقید میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اقبال بحیثیت شاعر میں ان کا منہج یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ محض مرتب نہیں بلکہ ایک بصیر ناقد، باریک بین محقق، اور صاحبِ اسلوب نثر نگار ہیں۔ ان کی نثر کی اصل قوت یہ ہے کہ وہ علمی بحث کو خشک ہونے نہیں دیتی بلکہ اسے ادبی حسن، فکری ربط اور تحقیقی وقار کے ساتھ ایک مکمل تنقیدی تجربہ بنا دیتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اردو تنقید اور اقبالیات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ ان کی نثر میں علمی تنقید کی سختی اور ادبی نرمی یکجا ہے، جو قاری کو محض معلوماتی مطالعہ تک محدود نہیں رکھتی بلکہ اسے ادبی لطف اور جمالیاتی شعور سے بھی ہم آہنگ کرتی ہے۔ اقبال بحیثیت شاعر میں ہاشمی صاحب نے اقبال کی شاعری کو نہ صرف تاریخی و ادبی تناظر میں پیش کیا بلکہ فنی، اسلوبی اور معنوی جہتوں کی بھی باریک بینی سے وضاحت کی ہے۔ ان کی نثر کا امتیاز اس کے مربوط انداز، جامع حوالہ جات، اور ہر دعوے کے ساتھ وضاحتی مثالیں فراہم کرنے میں ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی بیان کرتے ہیں:

> "بعض الفاظ یا اصوات کی تکرار سے کلام کی نغمگی میں اضافہ ہوا ہے۔ بظاہر یہ حربے محض فنی مہارت کی دلیل ہیں، لیکن ان کی تہہ میں موسیقی کا فطری ذوق کارفرما ہوتا ہے۔ اور پھر بسا اوقات غنائیت کا تاثر اتنا لطیف ہوتا ہے کہ اس کا تجزیہ کرنا ممکن نہیں۔ یعنی ہم کلام کے صوتی حسن سے محظوظ ہوتے ہیں لیکن یہ بتانا دشوار ہوتا ہے کہ شاعر نے غنائیت کا جادو کس طرح جگایا ہے۔ دراصل غنائیت محض لفظی صناعی اور کاریگری سے پیدا نہیں ہوتی، اس کے سوتے شاعر کے دل سے پھوٹتے ہیں۔ نغمے کا سر اور تال دلی جذبات کے تدرج اور روح کے وجد و رقص کا خارجی اظہار ہے۔ یہ شاعر کا

سوز جگر ہے جو صوت و صدا میں سوز و سرور و سرود کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔“(۱۸)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر میں صوتی شعور اور فنی حساسیت کی وضاحت کرتا ہے۔ ہاشمی محض تکنیکی تجزیہ نہیں کرتے بلکہ ہر فنی حربے کی تہہ میں موجود جذبات اور موسیقیت کو واضح کرتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہاشمی صاحب کے لیے شاعری ایک مجرد فن نہیں بلکہ انسان کی جذباتی و روحانی کیفیت کا مظہر ہے۔ لفظوں کی تکرار یا صوتی ترتیب محض مہارت نہیں بلکہ شاعر کے دل کی آواز اور اس کے وجد و سوز کا اظہار ہے۔ اس طرح قاری نہ صرف علمی فہم حاصل کرتا ہے بلکہ اس تجربے میں جذباتی شریک بھی بنتا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی نے اقبال کی مکالمہ نگاری کی خصوصیت پر لکھا:

”اقبال کی فارسی و اردو نظموں میں مکالمہ نگاری کی جتنی رنگا رنگ صورتیں موجود ہیں اتنی قدما کے یہاں مجموعی طور پر بھی شاید ہی ملیں۔ جاوید نامہ کے بیشتر حصے مکالمات پر مشتمل ہیں اور اردو کی متعدد مشہور و مقبول نظموں میں بیان کی جدت و جاذبیت مکالموں کی رہین منت ہے۔ اقبال کا تخیل کسی نہ کسی حیلے سے آسمان کی طرف مائل پرواز نظر آتا ہے۔ اس پرواز تخیل سے اظہار و بیان کے جو موثر پیرائے نکلے ہیں ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن صرف ایک نظم ’حضور رسالت مآب‘ میں شدت تاثر اور جدت اسلوب کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ یہاں بے شمار شعرا نے مجاہدین اسلام کے کارناموں کو بیان کیا، لیکن اقبال نے شہدائے طرابلس کے جوش جہاد اور شوق شہادت کے بارے میں ایک لفظ کہے بغیر جس موثر اور اچھوتے انداز میں خراج تحسین ادا کیا، وہ اعجاز تخیل کی نادر مثال ہے۔“(۱۹)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر میں تجزیاتی اور تقابلی قوت کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ اقبال کے فن کو صرف بیان نہیں کرتے بلکہ اس کی تاریخی اور ادبی سیاق و سباق میں اہمیت واضح کرتے ہیں۔ مکالمہ نگاری کی رنگینی، نظم کی ساخت، اور تخیل کی پرواز پر مبنی یہ وضاحت قاری کو اقبال کے تخلیقی عمل کی داخلی پیچیدگیوں سے روشناس کراتی ہے۔ ہاشمی کی نثر میں علمی تجزیہ اور ادبی جمالیات دونوں کی ہم آہنگی نمایاں ہے، جس سے تحریر محض فنی تبصرے کی بجائے ایک ادبی تجربہ بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں تحقیق کی صحت کے ساتھ ادبی اسلوب کی دلکشی بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر قاری کو علمی اور جمالیاتی

دونوں سطحوں پر متاثر کرتی ہے۔ وہ محض حوالہ جات پیش نہیں کرتے بلکہ
ہر استدلال کو شعری اور ادبی مثال کے ساتھ مربوط کرتے ہیں تاکہ قاری
اس کی معنوی گہرائی کو بھی محسوس کر سکے۔"(۲۰)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کی بنیاد کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کے ہاں تحقیق اور ادب یکجا ہیں۔ ان کے علمی استدلال اور ادبی اظہار میں توازن قاری کو نہ صرف معلومات فراہم کرتا ہے بلکہ اسے جمالیاتی شعور سے بھی ہم آہنگ کرتا ہے۔ ہر جملہ، ترکیب، اور مثال کا انتخاب ایک تحقیقی مقصد کے ساتھ کیا گیا ہے، جو ان کی نثر کو محض علمی تجزیہ سے بلند کر کے ایک فنی اور ادبی دستاویز بناتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں صوتی اور معنوی شعور کا امتزاج نمایاں ہے۔ وہ ہر فنی حربے کو صرف تکنیکی سطح پر نہیں دیکھتے بلکہ اس کے جذباتی اور روحانی اثرات کو بھی واضح کرتے ہیں، جیسے کہ الفاظ کی تکرار، نغمگی، اور مکالمہ نگاری کے مظاہر۔

ان کی نثر میں تقابلی تنقید کی خصوصیت بھی نمایاں ہے۔ وہ اقبال کے اسلوب کو تاریخی اور ادبی سیاق و سباق کے ساتھ جوڑتے ہیں، اور روایت و جدت کے درمیان فنی موازنہ پیش کرتے ہیں۔ یہ عمل قاری کو اقبال کے کلام کی داخلی پیچیدگیوں اور تخلیقی جدت سے روشناس کراتا ہے۔ ہاشمی کی نثر میں علمی استدلال کی مضبوطی اور ادبی دلکشی ایک ساتھ موجود ہیں۔ ہر دعویٰ حوالہ جات، مثالوں اور تفصیلی توضیحات سے مزین ہوتا ہے، جو تحریر کو نہ صرف قابل اعتماد بلکہ دلچسپ اور موزوں بھی بناتا ہے۔ ان کی نثر میں فکری تہہ داری اور معنوی گہرائی بھی نمایاں ہے۔ وہ محض سطحی تجزیہ نہیں کرتے بلکہ ہر مسئلے کے فکری، ادبی، اور صوتی جہتوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے قاری تحقیقی مواد سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ شعری جمالیات سے بھی متعارف ہوتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اپنی علمی صحت، ادبی حسن، صوتی آہنگ، اور فکری گہرائی کے امتزاج کی وجہ سے اردو تنقید میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اقبال بحیثیت شاعر میں یہ اوصاف بخوبی ظاہر ہیں۔ ان کی نثر نہ صرف اقبال کے فن اور اسلوب کی وضاحت کرتی ہے بلکہ خود ایک ادبی اور جمالیاتی تجربہ بھی فراہم کرتی ہے۔ ہاشمی کی تحقیق اور ادبی طرز کے امتزاج کی وجہ سے ان کی نثر اردو تحقیقی ادب میں ایک دائمی اور معتبر حوالہ بن گئی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر اردو تنقید میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے، خاص طور پر اقبال کی شاعری کے تجزیہ میں۔ ان کی تحریر علمی دقت اور ادبی حسن کا امتزاج پیش کرتی ہے، جس میں قاری کو نہ صرف معلوماتی مواد فراہم ہوتا ہے بلکہ وہ اقبال کے کلام کی فنی اور جمالیاتی پرتوں سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔ ہاشمی صاحب کی نثر میں سب سے نمایاں خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ شاعری کو محض معنوی سطح تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کے صوتی حسن، بیان کی جدت، اور فنی مہارت کو بھی

اجاگر کرتے ہیں۔ ان کی نثر میں ہر تجزیہ تفصیلی مثالوں اور حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تاکہ قاری مکمل شعوری اور جمالیاتی تجربہ حاصل کر سکے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> "اس بات سے تو انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس نظم اقبال نے زندگی کے ایک بہت اہم پہلو پر فلسفیانہ نگاہ ڈالی ہے۔ وہی حسین ہے، حقیقت زوال ہے جس کی، نفسیاتی عظمت خیال کا بڑا شاہکار ہے، لیکن مصرع کو جس چیز نے شاعرانہ شاہکار بنایا ہے وہ عظمت خیال نہیں بلکہ اس کا حسن بیان ہے۔ معنی نے اس میں عظمت پیدا کی ہے، حسن پیدا نہیں کیا۔ عظیم شاعری کی آخری منزل بے شک بلندی خیال ہی ہے لیکن شاعری کی پہلی منزل حسن بیان ہے جس کے بغیر شاعری خیال پارہ تو بن سکتی ہے، شاعری نہیں بن سکتی۔ اور اگر اس نظم کی معنویت ہمیں حیرت میں ڈال دے اور اس کی فنی خوبیوں پر نظر نہ جائے تو یہ ہماری ژرف نگاہی کی دلیل نہ ہو گی۔"(۲۱)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کی ایک اہم خصوصیت کی عکاسی کرتا ہے: فنی تجزیہ اور معنوی تجزیہ کا امتزاج۔ وہ بتاتے ہیں کہ اقبال کی شاعری میں عظیم خیالات اور فلسفیانہ بصیرت کے باوجود اصل جادو حسن بیان اور فنی ساخت میں ہے۔ اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہاشمی صاحب کے لیے شاعری صرف فکر یا پیغام کا مظہر نہیں بلکہ صوتی اور ادبی پیرائے کی مہارت کا بھی شاہکار ہے۔ یہ نثر قاری کو یہ شعور دیتی ہے کہ کلام کے صوتی اور فنی حسن کو نظر انداز کیے بغیر معنویت کا مکمل ادراک ممکن نہیں۔ ڈاکٹر ہاشمی نے ابتدائی نظم ہمدردی اور بعد کی نظموں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا:

"بعد ازاں بھی جگنو کا یہ منصب سدا اقبال کے پیش نظر رہا اور وہ خودی کی حاصل ہستی کو رہبری اور راہنمائی کے فرائض بجا لاتے ہوئے بار بار دکھاتے رہے' :

> اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو
>
> ترے لیے ہے مرا شعلہ نوا، قندیل"(۲۲)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں تشبیہ اور تمثیل کی فنی وضاحت کو واضح کرتا ہے۔ وہ ابتدائی نظم ہمدردی میں جگنو کے کردار اور اقبال کی بعد کی نظم میں اس تمثیل کی ارتقا پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس سے قاری کو اقبال کے شعری تخیل، علامتی اظہار، اور فکری گہرائی کی مکمل سمجھ حاصل ہوتی ہے۔ ہاشمی کی نثر میں یہ بھی واضح ہے کہ وہ محض مواد نقل نہیں

کرتے بلکہ ہر تمثیل اور علامت کی ادبی اہمیت اور معنوی اثرات کی تفصیل فراہم کرتے ہیں۔ڈاکٹر پروفیسر حمید احمد خان نے اپنی تحقیق میں لکھا:

"ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحریر میں علمی صحت اور ادبی حسن کا امتزاج واضح ہے۔ وہ اقبال کے کلام کی معنویت، فنی ساخت، اور صوتی حسن کو تفصیلی اور مربوط انداز میں پیش کرتے ہیں، جس سے قاری کو نہ صرف شعوری بلکہ جمالیاتی تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے۔"(۲۳)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کی ساکھ کو مستحکم کرتا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ ہاشمی کا طرز تحقیق علمی استدلال، فنی بصیرت، اور جمالیاتی شعور کا ایک مربوط امتزاج ہے۔ ان کی نثر میں ہر تجزیہ محض معلوماتی نہیں بلکہ ادبی تجربہ بھی فراہم کرتا ہے، جس سے قاری کو اقبال کی تخلیقی قابلیت اور شاعرانہ حسن کا مکمل ادراک حاصل ہوتا ہے۔ڈاکٹر ہاشمی کی نثر میں سب سے اہم اوصاف درج ذیل ہیں:

- ہر فنی حربے یا معنوی پہلو کو تفصیلی اور واضح انداز میں پیش کیا جاتا ہے، جیسے مصرع کی صوتی اور معنوی خوبیاں۔
- ابتدائی نظموں سے لے کر بعد کے کلام تک علامتوں کی ارتقا اور تمثیل کی معنوی اہمیت واضح کی جاتی ہے۔
- نثر میں جمالیاتی شعور کی موجودگی، قاری کو صوتی، معنوی، اور فنی حسن کا شعور دیتی ہے۔
- اقبال کی نظموں کو ان کے زمانے، تاریخی حالات، اور ادبی پس منظر میں پیش کرنا۔
- علمی پیچیدگی کو بھی قابل فہم اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ قاری معلومات اور لطف دونوں حاصل کرے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی نثر اردو تنقید میں اپنی علمی صحت، فنی بصیرت، اور ادبی حسن کے امتزاج کی وجہ سے ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ان کی نثر نہ صرف اقبال کے کلام کے معنوی اور فلسفیانہ پہلوؤں کو واضح کرتی ہے بلکہ اس کے صوتی حسن، تمثیلی اظہار، اور فنی جاذبیت کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ہاشمی کی تحقیق اور ادبی طرز نے اردو تنقید میں ایک معتبر اور دائمی حوالہ قائم کیا ہے، جو قاری کو علمی اور جمالیاتی دونوں سطحوں پر مکمل تجربہ فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر اردو ادبی تحقیق میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ان کی تحریر علمی دقت، فنی بصیرت اور فلسفیانہ ژرف نگاہ کا امتزاج پیش کرتی ہے۔وہ اقبال کی شاعری کے فکری اور جمالیاتی عناصر کو نہ صرف واضح کرتے ہیں بلکہ اس کے صوتی حسن، تشبیہات، اور استعاروں کی پیچیدگی کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ہاشمی کی نثر میں قاری کو نہ صرف معنوی

گہرائی کا ادراک ہوتا ہے بلکہ اقبال کے تخلیقی عمل اور روحانی تجربے کی بھی جھلک ملتی ہے۔ ان کی نثر میں تاریخی، فلسفیانہ اور ادبی پس منظر کو یکجا کیا گیا ہے، جس سے ہر تجزیہ مکمل اور مربوط انداز میں پیش ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''علامہ اقبال اپنے نفس اور ذات کا جو شعور رکھتے ہیں اسے وہ کار کے پردے میں نہیں چھپاتے۔ ان کی 'خودی' بے ساختہ پکار اٹھتی ہے:
>
> سر آمد روزگار این فقیری
> دگر دانای راز آید کہ ناید؟
>
> اور:
>
> مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی
> بینی برہمن زادہ رمز آشنای روم و تبریز است
>
> یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ جس بندے کو چاہے جس نعمت سے نواز دے۔ اللہ کے جود و عطا کا پیمانہ اور اس کا قانون ربوبیت مخلوق کے اندازے سے ماورا ہے۔ اللہ تعالی نے کشمیری پنڈتوں کے خانوادے کے ایک فرد کو فکر و دانش اور یقین و ایمان کی اتنی دولت اور طاقت عطا کی کہ: عالم راد گرگون کر دیک مرد خود آگا ہے۔''(۲۴)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں اقبال کی خودی اور معرفت ذات پر خصوصی توجہ کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اقبال کا شعری کلام نہ صرف فردی شعور کا اظہار ہے بلکہ ایک عظیم فلسفیانہ اور روحانی تجربہ بھی ہے۔ ہاشمی یہاں شاعر کی فکری بلندی اور داخلی شعور کو اللہ کے عطا کردہ انعامات اور روحانی دولت کے تناظر میں پیش کرتے ہیں، جو قاری کو اقبال کی علمی اور عرفانی حیثیت کی گہرائی کا ادراک دلاتا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''علمائے بیان کے نزدیک تشبیہ اور استعارے کا مقصد زیادہ تر توضیحی اور تشریحی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن اگر ہم غور کریں تو تشبیہ اور استعارے کی ایک نفسیاتی جہت بھی ہے۔ اگر صرف توضیحی اور تشریحی حیثیت کو سامنے رکھا جائے تو پھر مشبہ اور مستعار لہ کی حیثیت پہلی بھی ہے اور اہم بھی۔ شاعر صرف کسی معانی یا شے کا ابلاغ ہی نہیں کرتا، وہ ایک خاص تاثر یا احساس کا ابلاغ بھی کر رہا ہوتا ہے۔ گویا تشبیہ یا استعارہ کسی مجرد

احساس کی تجسیم اور خارجی پیکر تراشی بھی ہے۔ پیکر تراشی کے عمل میں
شاعر اپنے داخلی حسن کی باز آفرینی کرتے ہوئے تخلیق کے لمحے سے گزر رہا
ہوتا ہے۔"(۲۵)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں فنی تجزیہ اور ادبی بصیرت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ تشبیہ اور استعارے کو محض معنوی وضاحت تک محدود نہیں کرتے بلکہ ان کی نفسیاتی اور وجدانی جہت کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ ہاشمی بتاتے ہیں کہ شاعر کے داخلی احساس اور جمالیاتی تجربے کی ترجمانی ان فنی حربوں کے ذریعے ہوتی ہے، اور یہی طریقہ اقبال کی شاعری کو علمی و جمالیاتی اعتبار سے ممتاز بناتا ہے۔ قاری کو یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہاشمی کا تجزیہ نہایت جامع اور فکری زاویے سے مضبوط ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر حمید احمد خان لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحریر میں فنی و معنوی تجزیہ کا بے مثال امتزاج
موجود ہے۔ وہ اقبال کے کلام کی علامتی زبان، استعارے، اور تشبیہات کے
نفسیاتی اور فلسفیانہ پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قاری کو نہ صرف
معنوی ادراک حاصل ہوتا ہے بلکہ کلام کے جمالیاتی اثرات بھی واضح ہو
جاتے ہیں۔"(۲۶)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر کی ساکھ اور علمی اہمیت کو مستحکم کرتا ہے۔ پروفیسر خان کے مطابق، ہاشمی کی تحقیق میں فکری، فلسفیانہ، اور جمالیاتی عناصر کا توازن موجود ہے، جو اردو ادبی تنقید میں ایک معیار قائم کرتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں خودی، معرفت ذات اور روحانی تجربے کی تفصیل بخوبی کی جاتی ہے۔ استعارے، تشبیہات، اور مصرعوں کی صوتی اور فنی خصوصیات کو واضح کیا جاتا ہے۔ اقبال کی تحریر کو تاریخی، سماجی، اور ادبی پس منظر میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہر تجزیہ مثالوں، اقتباسات اور وضاحتوں کے ساتھ پیش ہوتا ہے تاکہ قاری علمی اور جمالیاتی دونوں سطحوں پر مطمئن ہو۔ شاعری کے اندرونی تجربے، احساسات اور وجدانی تراش کے عمل کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر اردو ادبی تحقیق میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ ان کی تحریر میں علمی صحت، فنی بصیرت، فلسفیانہ ژرف، اور جمالیاتی شعور کا مکمل امتزاج موجود ہے۔ وہ اقبال کی شاعری کو صرف معنوی اور فلسفیانہ لحاظ سے نہیں بلکہ فنی، صوتی، نفسیاتی اور وجدانی اعتبار سے بھی پیش کرتے ہیں۔ ہاشمی کی نثر قاری کو اقبال کے تخلیقی عمل کی گہرائی اور جمالیاتی تاثیر کا مکمل ادراک فراہم کرتی ہے اور اردو تنقید میں ایک معیار قائم کرتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کتاب مقالات اقبال اردو نثر و ادبی تحقیق میں ایک اہم دستاویز ہے، جو علامہ اقبال کی علمی، فلسفیانہ اور ادبی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ہاشمی نہ صرف اقبال کے خیالات کی وضاحت کرتے ہیں بلکہ ان کے نثر کے فنی اسلوب، استعارے، تشبیہات اور علمی دائرہ کار کی جامع تصویر بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اقبال کی نثر اور مقالات صرف علمی معلومات کی نمائندگی نہیں بلکہ فکر و فلسفہ، وجدانی تجربہ، اور ادبی جمالیات کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ ہاشمی کی نثر میں ادبی سادگی اور فارسی اثرات کی رنگینی دونوں کی جھلک ملتی ہے، جو اردو علمی ادب کے لیے ایک قابل قدر روایت ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''یہ اور بات ہے کہ فارسی ادب کے زیر اثر رنگینی استعارہ کے شوق میں وہ رگ چراغ اور خون افتاب شرار سنگ اور جلوہ طور کے تلازمات میں بھی دلچسپی لیتے ہیں۔''(۲۷)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی ادبی فطرت اور فارسی ادب سے متاثرہ طرزِ بیان کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہاں اقبال کی دلچسپی نہ صرف علمی مضامین میں بلکہ ادبی اور مصورانہ اظہار میں بھی واضح ہوتی ہے۔ ہاشمی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اقبال کے علمی مضامین میں رنگینی اور فنی استعارے صرف زینت کے لیے نہیں بلکہ ایک تخلیقی اور جذباتی اظہار کا حصہ ہیں۔ یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ اقبال کے فن میں تصویر سازی اور تشبیہ کی نفسیاتی اہمیت بھی موجود ہے، جو ان کے ادبی مزاج کا حصہ ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''ایک نئی کتاب ہونے کی وجہ سے ادبی چٹخاروں اور شوخیوں سے خالی ہے مگر اس فن پر اُردو زبان میں پہلی تصنیف ہونے کی وجہ سے ایک منفردانہ حیثیت کی حامل ہے اور ہم اس کو ہر لحاظ سے ایک معیاری تصنیف قرار دے سکتے ہیں۔''(۲۸)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تنقیدی نثر میں اقبال کی علمی خدمات کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ آپ یہاں واضح کرتے ہیں کہ اقبال کی اردو نثر اور علمی تصنیف، اگرچہ نو آموز ہے، مگر اردو علمی ادب میں اس کا مقام معیاری اور منفرد ہے۔ یہ اقتباس اقبال کے تخلیقی رجحان، فکری وسعت اور علمی بنیادوں کی ترجمانی کرتا ہے اور قاری کو اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ اقبال کی نثر میں جدت اور معیار کا امتزاج موجود ہے۔

ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

"اگرچہ مستند اردو معین کی تحریروں میں انگریزی کی الفاظ و اصطلاحات کو چنداں دخل نہیں ہے تاہم بہت سے الفاظ آہستہ آہستہ ان کی تحریروں میں آتے جاتے ہیں... اور ان کی طرز تحریر اور لکھنے کا ڈھنگ انگریزی طرز یادا سے متاثر ہوتا جاتا ہے۔"(۲۹)

یہ اقتباس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں اقبال کی زبان وبیان کی فنی کیفیت کو اجاگر کرتا ہے۔وہ یہاں اشارہ کرتے ہیں کہ اقبال کی اردو نثر پر انگریزی زبان کے اثرات آہستہ آہستہ نمودار ہوئے، جو علمی اور ادبی مواد کی پیچیدگی اور طرزِ بیان کی ترقی کا سبب بنے۔ یہ قاری کو دکھاتا ہے کہ اقبال کے ادبی اور علمی انداز میں لچک، جدید اثرات اور تخلیقی جدت شامل ہیں، جو اردو نثر میں نئے افق پیدا کرتے ہیں۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی مقالات اقبال میں اردو نثر کے ادبی، علمی اور فنی پہلوؤں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ہاشمی واضح کرتے ہیں کہ اقبال کی نثر علمی مضامین اور ادبی اظہار دونوں کی نمائندگی کرتی ہے۔فارسی ادب سے متاثرہ رنگینی اور تخلیقی استعارے اقبال کی ادبی بصیرت کی علامت ہیں۔اردو نثر میں اقبال کا مقام منفرد اور معیاری ہے، جو علمی اور ادبی دونوں سطحوں پر قابل قدر ہے۔اقبال کی زبان پر انگریزی اثرات نے نثر کے جدت اور طرز بیان کو مزید مستحکم کیا۔یہ تمام پہلو قاری کو اقبال کے ادبی، فلسفیانہ اور فکری مزاج کی گہرائی سے روشناس کراتے ہیں، اور اردو علمی ادب میں ان کی خدمات کا ایک جامع منظر پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کتاب اقبال بحیثیت شاعر اردو علمی و ادبی تحقیق میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ہاشمی کی نثر تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی باریک بینی اور ادبی ذوق کی حامل ہے۔وہ اقبال کی شخصیت، فکری بصیرت، اور ادبی اسلوب کی جامع تصویر پیش کرتے ہیں، جس میں نثر کے ہر جزو کو معنوی اور فنی اعتبار سے پرکھا گیا ہے۔ہاشمی کے مطالعے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہ صرف اقبال کے فلسفیانہ اور معاشرتی خیالات کو واضح کرتے ہیں بلکہ ان کے ادبی رنگ، استعارہ سازی، اور اسلوبی مہارت کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"افغانوں میں منگنی کے بعد میاں بیوی کو آپس میں ملنے کی عام اجازت ہوتی ہے لیکن یہ مغلیہ دستور اسلامی نہیں، بلکہ اسرائیلی ہے اور پٹھانوں کے اسرائیلی الاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ اس دستور میں بہت سی قباحتیں مجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ منگنی کے بعد سے شادی کے زمانے تک بعض مسلمان ذاتوں میں بہت سا روپیہ فضول خراج ہوتا ہے۔"(۳۰)

وہ نہ صرف معاشرتی و مذہبی رسوم کی تحقیقی وضاحت پیش کرتے ہیں بلکہ اقبال کی تنقیدی بصیرت کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اقبال کے مطالعے میں روایتی رسوم کے ساتھ ساتھ سماجی تضادات اور اقتصادی اثرات کو بیان کیا ہے۔ اس اقتباس میں فنی مہارت اس بات میں ظاہر ہے کہ ہاشمی نے تاریخی اور ثقافتی حقائق کو منطق اور دلیل پر مبنی انداز میں پیش کیا، جس سے قاری اقبال کے فکر و فلسفہ کی گہرائی اور تنقیدی طرز کو سمجھ سکتا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

> "اس سے صاف ظاہر ہے کہ قوم ایک جداگانہ زندگی رکھتی ہے۔ یہ خیال
> کہ اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ اپنے موجود افراد کا محض ایک
> مجموعہ ہے اصولاً غلط ہے اور اسی لئے تمدنی و سیاسی اصلاح کی تمام وہ تجاویز جو
> اس مفروضہ پر مبنی ہوں بہت احتیاط کے ساتھ نظر ثانی کی محتاج ہیں۔"(۳۱)

یہ اقتباس ان کے اسلوبی اور فکری مہارت کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں قوم کی ماہیت اور تمدنی اصلاح کے موضوع پر بحث کے دوران، انھوں نے اقبال کے فلسفہ تمدن کو جامع اور مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔ نثر کی فنی خوبی یہ ہے کہ مشکل تصورات کو سلیس اور مربوط انداز میں پیش کیا گیا ہے، جس سے قاری نہ صرف معلومات حاصل کرتا ہے بلکہ استدلالی ساخت اور ادبی رنگینی سے بھی محظوظ ہوتا ہے۔ ہاشمی کا یہ اسلوب اقبال کی فکری مہارت اور نثر کی سلیس اور دلکش پیشکش کی تائید کرتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> "یہ اور بات ہے کہ فارسی ادب کے زیر اثر رنگینی استعارہ کے شوق میں وہ
> رگ چراغ اور خون افتاب شرار سنگ اور جلوہ طور کے تلازمات میں بھی
> دلچسپی لیتے ہیں۔"(۳۲)

اقبال کی نثر اور ادبی اسلوب میں مصورانہ اور فنی رنگینی موجود ہے۔ ہاشمی یہاں فارسی اثرات اور استعارہ سازی کے استعمال کو نمایاں کرتے ہیں، جو اقبال کے علمی مضامین میں بھی موجود ہیں۔ اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہاشمی نے اقبال کے ادبی تخیل کو نہایت باریکی سے پرکھا اور نثر کے فنی جمالیات کو واضح کیا، جو اردو علمی و ادبی مطالعے کے لیے اہم ہے۔

اُن کی نثر تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی معیاری اور مربوط ہے۔ اقبال کے ادبی اسلوب، استعارہ سازی، اور فکری بصیرت کو ہاشمی نے واضح اور مدلل انداز میں پیش کیا۔ تاریخی، معاشرتی اور فلسفیانہ حقائق کو منطق اور ادبی رنگ میں پیش کرنے کی خصوصیت ہاشمی کی نثر کی خاص پہچان ہے۔ ہاشمی کی تفصیل قاری کو اقبال کی علمی، ادبی اور فلسفیانہ خدمات کی جامع تصویر فراہم کرتی ہے، اور اردو علمی ادب میں ان کے مقام کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

تحقیقی ادب میں سفر نامہ ایک منفرد صنف ہے جہاں مصنف اپنے مشاہدات، تجربات اور علمی تجزیات کو نہایت منظم انداز میں پیش کرتا ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کتاب سورج کو ذرا دیکھ میں جاپان کے سفر، وہاں کے معاشرتی رویے، مسلم کمیونٹی اور عالمی تاریخ کے حوالے سے ان کے مشاہدات نہایت تفصیل اور فکری گہرائی کے ساتھ درج ہیں۔اس کی نثر میں ادبی حسن، تحقیقی روشنی اور تناظر کی یکجہتی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ڈاکٹر ہاشمی لکھتے ہیں:

"سفر پھر سفر ہے۔پچاس سال پہلے کے مقابلے میں سفری سہولتیں بڑھ گئی ہیں اور طرح طرح کی آسانیاں فراہم ہوگئی ہیں، اس کے باوجود محض سفر کا احساس ہی مسافر میں ایک اعصابی تناؤ پیدا کر دیتا ہے۔ طرح طرح کے اندیشے اور دوسوسے ان دیکھے علاقے، اجنبی لوگ اور بالکل ایک مختلف ماحول... مسافر کسی بھی صورت حال سے دوچار ہو سکتا ہے۔"(۳۳)

ہاشمی نے سفر کے ابتدائی مرحلے میں مسافر کے نفسیاتی اور جسمانی تناؤ کو بیان کیا ہے۔اسلوب میں ذاتی مشاہدہ اور عمومی انسانی کیفیت کو ہم آہنگ کیا گیا ہے۔یہاں قاری نہ صرف سفر کے عملی پہلو سے روشناس ہوتا ہے بلکہ انسانی جذبات، خوف، اور غیر یقینی صورتحال کے اثرات بھی واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔تحقیقی اور ادبی توازن کی یہ خوبی ڈاکٹر ہاشمی کے اسلوب کی اہم خصوصیت ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"وہ کہتے: ٹھیک ہے یہ جاپان ہے، مگر ہم تو پاکستانی میزبان ہیں، اور آپ مہمان کو جیب بند ہی رکھنی چاہیے...اسی پاسداری کے لیے، جیسا تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے، حاتم طائی نے اپنا عزیز ترین اور نہایت قیمتی گھوڑا مہمانوں کی ضیافت کے لیے ذبح کر دیا تھا۔"(۳۴)

یہ اقتباس جاپانی معاشرت میں پاکستانی مہمان نوازی کے تجربے پر روشنی ڈالتا ہے۔ہاشمی نے تاریخی مثال حاتم طائی کے ساتھ پیش کی، جس سے ایک عالمی اور ثقافتی تناظر قاری کے سامنے آتا ہے۔اسلوب میں تاریخی تمثیل، مشاہداتی بیان اور اخلاقی اصولوں کو یکجا کیا گیا ہے، جو علمی سفر نامے کے لیے مؤثر تکنیک ہے۔خالد محمود بیان کرتے ہیں کہ

"سفر نامہ نگار نہ صرف مشاہدات کو دستاویزی شکل میں پیش کرتا ہے بلکہ ہر تجربے میں ثقافتی اور تاریخی پس منظر کو بھی پیش کرتا ہے تاکہ قاری ایک

جامع فہم حاصل کرے۔ اس میں ادبی حسن اور تحقیقی روشنی کا امتزاج قاری کے فکری شعور کو بیدار کرتا ہے۔"(۳۵)

یہ اقتباس ہاشمی کے سفرنامے کے تحقیقی اور ادبی اسلوب کی حمایت کرتا ہے۔ قاسمی نے واضح کیا کہ سفرنامہ میں مشاہداتی بیان کے ساتھ تاریخی اور ثقافتی تجزیہ بھی ہونا چاہیے تاکہ قاری کو علمی اور ادبی دونوں پہلوؤں کا ادراک حاصل ہو۔ یہ ہاشمی کے متن کی فنی خصوصیات کو تقویت دیتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں تحقیقی اور ادبی اسلوب کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ وہ سفر کے دوران ذاتی تجربات، نفسیاتی مشاہدات، تاریخی اور ثقافتی حوالہ جات کو منظم انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے متن میں قاری نہ صرف معلومات حاصل کرتا ہے بلکہ انسانی جذبات، معاشرتی روایات اور تاریخی شعور بھی پروان چڑھتا ہے۔ سفرنامہ نگاری میں تحقیقی تناظر اور ادبی حسن کا امتزاج لازمی ہے، جو ہاشمی کی نثر میں بہترین طور پر موجود ہے۔

تحقیقی سفرنامے ایک منفرد ادبی صنف ہیں جو مصنف کے مشاہدات، علمی تجزیات اور سماجی مطالعے کو ایک مربوط انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی کتاب سورج کو ذرا دیکھ میں جاپان کے سفر، وہاں کے معاشرتی رویے، مسلم کمیونٹی کی صورتحال، اور جاپانی معاشرت میں مذہبی اور اخلاقی عوامل پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہاشمی کا اسلوب علمی اور ادبی دونوں پہلوؤں کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے، جس میں تاریخی حوالہ جات، ذاتی مشاہدات، اور اخلاقی تجزیات یکجا ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں:

"سورن وراہ کلیہ ... امتیاز صاحب کا کہنا تھا کہ بالعموم ہمیں زائد وقت (اوور ٹائم) لگانا پڑتا ہے۔ یہ کارخانہ دار کی ضرورت ہے اور ہماری مجبوری۔ میں نے پوچھا: 'آپ کو کتنا معاوضہ مل جاتا ہے؟' کہنے کے مل ملا کر دو لاکھ بن جاتے ہیں۔ جاپانی کارخانے دار محنت سے کام کرنے والوں کی قدر کرتے ہیں۔"(۳۶)

ہاشمی نے جاپانی کارخانوں میں محنت کش اور مالک کے تعلق کو بیان کیا ہے۔ ہاشمی نے مزدور اور مالک کے درمیان انسانی اور باہمی احترام کے رویے کو اجاگر کیا ہے، جو عالمی معاشرتی اور اقتصادی اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔ یہاں مصنف نے صرف معاشرتی مشاہدہ نہیں کیا بلکہ مزدور کے حقوق، اضافی کام کے معاوضے اور بونس کی تفصیل کے ذریعے اقتصادی

انصاف کی تصویر بھی پیش کی ہے۔اسلوب میں مشاہداتی اور تحقیقی توازن واضح طور پر محسوس ہوتا ہے،جو علمی سفر نامے کے لیے اہم تکنیک ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ

> "جاپان پہنچنے کے بعد جلد ہی مجھ جیسے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوالات سر اٹھنے لگتے ہیں:جاپان میں مسلمانوں کی تعداد کیا ہوگی؟ان کے احوال،باہمی میل جول اور رابطے کیسے ہیں؟جاپان میں اسلام کے ضمن میں ڈاکٹر صالح سمورائی نے چھ سالہ قیام (۱۹۶۰ء–۱۹۶۶ء) میں ٹوکیو یونی ورسٹی سے زراعت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور سعودی عرب کی شاہ سعود یونیورسٹی سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۷۴ء میں اسلامک سنٹر جاپان قائم کیا۔"(۳۷)

یہ اقتباس ہاشمی کے تحقیقی نثر کی علمی جہت کو اجاگر کرتا ہے۔مصنف نے جاپان میں مسلمانوں کے تاریخی اور موجودہ حالات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا،جس میں پاکستانی،ترک اور دیگر مسلم کمیونٹی کے کردار کو نمایاں کیا گیا ہے۔اسلوب میں مشاہداتی سفر،تاریخی حقائق اور علمی تجزیہ ایک ساتھ شامل ہیں،جو قاری کو ایک مربوط اور مستند معلوماتی فریم ورک فراہم کرتا ہے۔خالد محمود بیان کرتے ہیں کہ:

> "سفر نامہ نگار نہ صرف مشاہدات کو دستاویزی شکل میں پیش کرتا ہے بلکہ ہر تجربے میں ثقافتی اور تاریخی پس منظر کو بھی پیش کرتا ہے تاکہ قاری ایک جامع فہم حاصل کرے۔اس میں ادبی حسن اور تحقیقی روشنی کا امتزاج قاری کے فکری شعور کو بیدار کرتا ہے۔"(۳۸)

سفر نامہ نگاری میں مشاہداتی بیان کے ساتھ ثقافتی اور تاریخی تجزیہ بھی شامل ہونا چاہیے،تاکہ قاری علمی اور ادبی دونوں پہلوؤں سے مستفید ہو۔یہ ہاشمی کے متن میں مشاہدات،تاریخی تناظر اور سماجی تجزیات کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نثر میں علمی تحقیق اور ادبی حسن کا شاندار امتزاج پایا جاتا ہے۔انہوں نے جاپان میں پاکستانی مسلمانوں کے حالات،جاپانی معاشرت،اور مذہبی تنظیموں کے کردار کو مشاہداتی،تاریخی اور تحقیقی زاویے سے پیش کیا۔ہاشمی کا اسلوب نہ صرف معلومات فراہم کرتا ہے بلکہ انسانی جذبات،اخلاقی اصول اور معاشرتی رویوں کو بھی اجاگر کرتا ہے۔سفر نامہ نگاری میں علمی تجزیہ اور ادبی حسن کا امتزاج ضروری ہے،جو ہاشمی کے متن میں بخوبی موجود ہے۔

حوالہ جات

1۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، 1985کا اقبالیاتی ادب: ایک جائزہ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1986ء، ص:25

2۔ ایضاً، ص:14

3۔ ایضاً، ص:22

4۔ ایضاً، ص:23

5۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ترقی پسند جدیدیت ومابعد جدیدیت، نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2002ء، ص:89

6۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمیں: فکری اور فنی مطالعہ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 1985ء، ص:36

7۔ ایضاً، ص:125

8۔ڈاکٹر وزیر آغا، تنقید اور جدید اردو تنقید، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 1989ء، ص:144

9۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمیں: فکری اور فنی مطالعہ، ص:193

10۔ ایضاً، ص:194

11۔ڈاکٹر قمر رئیس، اقبال کا شعور و فن" شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، نئی دہلی، 1979ء، ص:88

12۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، 1977ء، ص:48

13۔ ایضاً، ص:13

14۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، مسائل اقبال، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1974ء، ص:112

15۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر، ص:48

16۔ ایضاً، ص:49

17۔ سید عابد علی عابد، شعر اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، 1993ء، ص:27

18۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر، ص:168

19۔ ایضاً، ص:206

20۔ڈاکٹر وزیر آغا، تنقید اور جدید اردو تنقید، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 1989ء، ص:214

21۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر، ص:298

22۔ ایضاً، ص:378

23۔ حمید احمد خان، اقبال کی شخصیت اور شاعری، لاہور: مکتبہ معارف، 1980ء، ص:106

24۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، 1977ء، ص:396

25۔ ایضاً، ص:496

26۔حمید احمد خان، اقبال کی شخصیت اور شاعری، لاہور: مکتبہ معارف، 1980ء، ص:106

27۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، مقالاتِ اقبال، لاہور، آئینۂ ادب، 1982ء، ص:21

28۔ایضاً، ص:22

29۔ایضاً، ص:29

30۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر، ص:95

31۔ایضاً، ص:157

32۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، مقالاتِ اقبال، ص:21

33۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، سورج کو ذرا دیکھ، لاہور: بیت الحکمت، 2007ء، ص:24

34۔ایضاً، ص:52

35۔خالد محمود، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، نئی دلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 2011ء، ص:45

36۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، سورج کو ذرا دیکھ، ص:99

37۔ایضاً، ص:116

38۔خالد محمود، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 2011ء، ص:45

References:

1. Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, 1985 Ka Iqbaliati Adab: Ek Jaiza, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1986, p: 25
2. Ibid, p: 14
3. Ibid, p: 22
4. Ibid, p: 23
5. Dr. Gopi Chand Narang, Tarraqi Pasand Jadeediat wa Maba'd Jadeediat, New Delhi: Educational Publishing House, 2002, p: 89
6. Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Ki Taveel Nazmein: Fikri Aur Fanni Mutala, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1985, p: 36
7. Ibid, p: 125
8. Dr. Wazir Agha, Tanqeed Aur Jadeed Urdu Tanqeed, New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 1989, p: 144
9. Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Ki Taveel Nazmein: Fikri Aur Fanni Mutala, p: 193

10.Ibid., p: 194
11.Dr. Qamar Rais, "Iqbal Ka Shaoor-o-Fan", Shoba-e-Urdu, Delhi University, New Delhi, 1979, p: 88
12.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Bahaisiyat Shair, Lahore: Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, 1977, p: 48
13.Ibid, p: 13
14.Syed Abdullah, Dr., Masail-e-Iqbal, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1974, p: 112
15.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Bahaisiyat Shair, p: 48
16.Ibid., p: 49
17.Syed Abid Ali Abid, Shair-e-Iqbal, Lahore: Bazm-e-Iqbal, 1993, p: 27
18.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Bahaisiyat Shair, p: 168
19.Ibid, p: 206
20.Dr. Wazir Agha, Tanqeed Aur Jadeed Urdu Tanqeed, New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 1989, p: 214
21.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Bahaisiyat Shair, p: 298
22.Ibid, p: 378
23.Hameed Ahmad Khan, Iqbal Ki Shakhsiyat Aur Shairi, Lahore: Maktaba-e-Ma'arif, 1980, p: 106
24.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Bahaisiyat Shair, Lahore: Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, 1977, p: 396
25.Ibid, p: 496
26.Hameed Ahmad Khan, Iqbal Ki Shakhsiyat Aur Shairi, Lahore: Maktaba-e-Ma'arif, 1980, p: 106
27.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Maqalat-e-Iqbal, Lahore: Aina-e-Adab, 1982, p: 21
28.Ibid., p: 22
29.Ibid, p: 29
30.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Iqbal Bahaisiyat Shair, p: 95
31.Ibid, p: 157
32.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Maqalat-e-Iqbal, p: 21
33.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Suraj Ko Zara Dekh, Lahore: Bait-ul-Hikmat, 2007, p: 24
34.Ibid. p: 52
35.Khalid Mahmood, Urdu Safarnamon Ka Tanqeedi Mutala, New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 2011, p: 45
36.Dr. Rafi-ud-Din Hashmi, Suraj Ko Zara Dekh, p: 99
37.Ibid. p: 116

38.Khalid Mahmood, Urdu Safarnamon Ka Tanqeedi Mutala, New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 2011, p: 45